اسلامی ریاست
سیرت نبوی کی روشنی میں

مولانا محمد اظہر سعید

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمہ جہت اور ہمہ گیر تعلیمات کسی خاص شعبے کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور تعلیمات مقدسہ کا اعجاز اور کمال یہ ہے کہ وہ ہماری طبعی، اخلاقی، روحانی، معاشی، معاشرتی، غرض ہر قسم کی حالتوں اور ضرورتوں کے لئے کامل اور جامع رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ نظام حکومت ومملکت ہو یا نظام معیشت و تجارت، سیاست مدن کا ذکر ہو یا معاشرت واخلاق کا، ہر معاملے میں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری انسانیت کے لئے راہ عمل کو واضح اور روشن فرمادیا ہے اور پھر یہی نہیں بلکہ اپنی عملی کاوشوں سے اپنے بیان فرمودہ اصول وقوانین کو انفرادی حیثیت میں بھی اور اجتماعی صورت میں بھی جاری ونافذ فرما کر ان کے عملی طور پر ممکن العمل اور ہر طرح سے مفید ہونے کا ثبوت بھی پیش فرمادیا ہے۔

آج وطن عزیز ان گنت مسائل سے دوچار اور بے شمار مصائب ومشکلات کا شکار ہے۔ داخلی معاملات ہوں یا خارجی مسائل، اسے ہر سمت نئے نئے چیلنجوں کا سامنا ہے۔ امن وامان اور ملکی استحکام بھی مختلف حوالوں سے ہم سے فوری غور وفکر اور مثبت اور تعمیری اقدامات کے متقاضی ہیں۔ آج جبکہ سائنسی ترقی اور تیز ترین نظام ہائے مواصلات کی بنا پر پوری دنیا سمٹ چکی ہے اور مسابقت کی دوڑ میں ہر ایک آگے نکلنے کا خواہش مند ہے، یہ امر نہایت ضروری ہے کہ دنیائے عالم کی تیزی سے بدلتی ہوئی صورتحال کا فوری ادراک کرتے ہوئے، ملکی ضروریات اور حالات کو مدنظر رکھ کر، اپنے مقام کا خود تعین کیا جائے اور اپنی تمام داخلی وخارجی پالیسیوں کا از سر نو جائزہ لے کر انہیں اپنے لئے مفید اور بہتر بنایا جائے۔ اس کے لئے ہم سب پر لازم ہے کہ اپنی اپنی استطاعت اور توفیق ربانی کے مطابق سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی حاصل کریں، اور آئندہ کا لائحہ عمل ترتیب دیں، کیونکہ یہی وہ واحد راستہ ہے جو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ اور ہر طرح کی

رکاوٹوں سے مامون ہے اور اس کی کامیابی کی ضمانت خود رب ذوالجلال دے چکا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿وان تطیعوا تھتدوا﴾ (نور:۵۴) (اور اگر تم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے)

استحکام:...... استحکام عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی مضبوط و محکم ہونے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے "احکمت الشی فاستحکم" ایک چیز محکم ہوئی، پس مستحکم ہوگئی۔ (لسان العرب ۱۲:۱۴۳)

استحکام سلطنت و مملکت سے مراد، ریاست میں قائم حکومت کا مضبوط ہونا، امن و امان اور قانون کی حکمرانی کے اعتبار سے صورتحال کا قابل اطمینان اور وہاں کے حکمرانوں پر عوام کا اعتماد ہونا۔ یعنی حکومت اور ریاست کو تمام خطرات سے امن و امان حاصل ہو، تاکہ وہ اپنے مقاصد اصلی کی جانب پیش قدمی کر سکے اور اس کی تمام تر صلاحیتیں تعمیری اقدامات میں صرف ہوں۔

استحکام کی ضرورت و اہمیت:...... اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا مقصد ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: ﴿وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون﴾ (الذاریٰت:۵۶) اس آیت میں "الا لیعبدون" کے الفاظ سے یہ بات موکد فرما دی کہ تخلیق انس و جن کا صرف ایک مقصد ہے، عبادت۔

عبادت کے معنی ہیں کہ انسان اپنے خالق اور مالک کی طرف سے عطا کردہ تمام عملی طاقتوں اور ذہنی صلاحیتوں کو اسی کی فرمانبرداری میں صرف کرے، اس کی عظمت و جلال کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی نافرمانی سے دور رہے اور کسی معمولی سی بات میں بھی اس کی حکم عدولی نہ کرے۔ خلاصہ یہ کہ اوامر کو بجا لائے اور نواہی سے مکمل اجتناب کرے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ نظام عمل کے تحت بسر ہونے والی زندگی سراپا عبادت ہے۔

انسانیت کی تخلیق میں خود انسان کا اپنا مفاد مضمر ہے اور اس سارے عالم کے بنانے میں بھی خود انسان ہی کا فائدہ ملحوظ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿والله یدعوا الی الجنة والمغفرة باذنه﴾ (بقرہ:۲۲۱) "اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتے ہیں۔"

یعنی انسان کو اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، مگر اس میں خود انسان کا فائدہ پوشیدہ ہے، کیونکہ اس کے ثمرات سے وہ براہ راست خود مستفید ہوگا۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

من نہ کردم خلق تا سودے کنم | بلکہ ہر بندگان، جودے کنم

اسلام کی دعوت کا اصل مقصد بھی ایمان و عقائد اور حقوق و فرائض ہیں اور قیام سلطنت اس کے لئے ایک ذریعے کا حکم رکھتا ہے، تاکہ اہل ایمان اپنے فرائض منصبی اور احکامات الٰہیہ کی بجا آوری بہ اطمینان قلب و بہ سکون خاطر کر سکیں۔ اگر معاشرہ اپنے خالق کے احکامات سے غافل ہو، اس کے عائد کردہ فرائض سے اعراض کر رہا ہو، جہاں نیک کام بے حیثیت ہوں اور برائیوں سے ٹوکنے والا کوئی نہ ہو، ہر شخص کے سامنے ذاتی مفادات ہوں، اجتماعی مسائل اور ملکی و قومی

مفادات پس پشت ڈال دیئے جائیں اور مستحقین کی دادرسی کرنے والا کوئی نہ ہوتو ایسی صورت میں استحکام کا خیال، خواب دیکھنے سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا، پھر چونکہ اقامت دین اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انحصار اسلامی ریاست کے مستحکم و پائیدار ہونے پر ہے، اس لئے استحکام کسی بھی اسلامی ریاست کے لئے بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔

استحکام کے لئے سیرت طیبہ سے رہنمائی:......ارشاد باری تعالیٰ ہے: (اے مومنو!) ''بے شک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، جو اللہ سے ملنے اور یوم آخرت کے آنے کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔'' (احزاب:۲۱)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: ''یہ آیت کریمہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال، افعال و احوال کی اقتداو پیروی نہایت ضروری ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر:۴/۳۴۷)

سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اور جو کوئی ہدایت ظاہر ہونے کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلے گا تو ہم بھی اس کو اسی راستے پر چلائیں گے اور ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔'' (نساء:۱۱۵)

اس آیت میں واضح فرمادیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت وبال عظیم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ، سیرت طیبہ اور تعلیمات مقدسہ کی پیروی ہر مسلمان پر واجب ہے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ایسی جامع کمالات ہے کہ جس نے زندگی کے مختلف پہلوؤں کے مابین ایسا صحیح توازن قائم کیا کہ افراط و تفریط کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا اور کوئی دوسرا انسان خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو اور دنیا کے کسی گوشے میں رہتا ہو، ان خوبیوں کا جامع تو کیا پاسنگ بھی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اگر زندگی کے کسی معاملے میں ہمیں کہیں سے بھی صحیح رہنمائی اور درست ہدایت مل سکتی ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ لہٰذا اگر ہمیں ملکی استحکام کے لئے اپنا لائحہ عمل وضع کرنا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت سے اپنی وابستگی کو مضبوط کرنا ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و فرمودات پر سنجیدگی اور پوری وفاداری و خلوص کے ساتھ عمل پیرا ہونا ہوگا۔ یہی وہ واحد راستہ ہے جس پر چل کر ہم فلاح و کامرانی کی راہ پر گامزن ہوسکتے ہیں۔ بقول علامہ اقبال:

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست   اگر باو نہ رسیدی، تمام بولہبی ست

اسلام کا نظام حکومت:......آج کل دنیا میں جتنے بھی نظام ہائے حکومت رائج ہیں، اسلام کا نظام حکومت ان تمام سے یکسر مختلف ہے۔ اسلام کا پیش کردہ تصور حکمرانی، دین و دنیا میں تفریق نہیں، اتحاد پیدا کرتا ہے۔ اس کے نزدیک دین و دنیا، سیاست و حکومت اور عبادت و معاملات میں کسی قسم کی کوئی تفریق نہیں۔ دونوں چیزیں باہم یوں متصل ہیں کہ انہیں جدا کرنا ممکن نہیں۔ اسلام کی یہی شان قرآن کریم میں بطور دعا یوں ذکر ہوئی: ﴿ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة

حسنة وقنا عذاب النار﴾ (بقرہ:۲۰۱)"اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطافرمااور آخرت میں بھی بھلائی عطافرمااور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔"

علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

"اسلام، دین ودنیا، جنت ارضی اور جنت سماوی اور آسمانی بادشاہی اور زمین کی خلافت دونوں کی دعوت لے کر اول ہی روز سے پیدا ہوا۔ اس کے نزدیک عیسائیوں کا خدا وقیصر دو نہیں ہیں، ایک ہی شہنشاہ علی الاطلاق ہے۔ جس کی حدود میں نہ کوئی قیصر ہے اور نہ کوئی کسریٰ، اسی کا حکم عرش سے فرش تک اور آسمان سے زمین تک جاری ہے، وہی آسمان پر حکمراں ہے اور وہی زمین پر فرمانروا ہے۔" (سیرت النبی/۴۲)

"جبکہ دنیا کے دیگر تمام نظام ہائے حکومت، خواہ ان کا تعلق کسی بھی نظریئے سے ہو اور وہ کسی بھی جغرافیائی حیثیت کے حامل ہوں، ان کی دیگر ان گنت خرابیوں کو نظر انداز کر بھی دیا جائے تب بھی ان کی یہ خرابی مسلم ہے کہ ان کا تعلق زندگی کے صرف ایک پہلو سے ہے۔ ان میں زندگی کے صرف ایک حصہ پر بحث ہوتی ہے جس کا تعلق دنیا کی بے ثبات وچند ساعتوں کی محدود زندگی سے ہے، جبکہ حقیقی اور اصلی زندگی ان کی نظروں سے یکسر اوجھل ہے اور ان کی یہ ایک خرابی ان کے ناممکن العمل ہونے کی کافی شہادت اور دلیل ہے"۔ (تعمیر شخصیت اور فلاح انسانیت:۱۶)

ایک اسلامی مملکت:...... یہ بات ہر خاص وعام پر واضح ہے کہ پاکستان کا قیام ہی اسلام کا مرہون منت ہے اور اس کی بنیادی کلمہ توحید "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پر رکھی گئی ہے۔

استحکام حکومت:...... کسی بھی مملکت کے استحکام کے لئے خصوصاً جبکہ وہ ایک نظریاتی مملکت ہو، یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کا نظم ونسق چلانے کے اصول وضوابط ہوں، طریقہ کار ہو اور واضح نظام حکومت وسلطنت ہو۔ اسلام نے اس سلسلے میں واضح احکامات بیان کئے ہیں جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مفصل ذکر فرمایا ہے۔ ان کی روشنی میں کسی بھی اسلامی سلطنت کو استحکام ودوام عطا ہو سکتا ہے۔

اسلامی مملکت کے استحکام کے اہم عوامل:...... استحکام حکومت کے ضمن میں جو عوامل بنیادی نوعیت کے حامل قرار دیئے جا سکتے ہیں انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: (۱) خارجی (۲) داخلی۔

داخلی عوامل:...... ریاستی استحکام میں بنیادی کردار ادا کرنے والے داخلی عوامل مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں، ان کو مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت تقسیم کیا جا سکتا ہے: (۱) باہمی اتحاد وتنازعات سے اجتناب (۲) نظام عدل وانصاف (۳) ملکی دفاع (۴) مساوات (۵) علاقائی عصبیت (۶) حدود وتعزیرات (۷) انسداد رشوت (۸) معاشی حالت (۹) فلاحی اور تعمیری نوعیت کے اقدامات۔

خارجی عوامل:...... کسی بھی ریاست کی تعمیر وترقی کے لئے ضروری ہے کہ اسے داخلی استحکام کے ساتھ ساتھ خارجی

معاملات میں بھی استحکام حاصل ہو۔ یہ استحکام بھی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہی حاصل ہوسکتا ہے، اس لئے ہر اسلامی ریاست کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی خارجہ پالیسی بھی اسلامی تعلیمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات و فرمودات کی روشنی میں مرتب کرے۔ خارجی استحکام کے لئے ضروری ہے کہ ریاست کے قرب وجوار میں موجود تمام ممالک کے ساتھ اچھے برادرانہ مساوات وانصاف پر مبنی تعلقات استوار کئے جائیں، خصوصاً ان ممالک کے ساتھ جن کے ساتھ ریاست کی سرحدیں ملتی ہیں۔

اسلام صلح جو اور امن پسند مذہب ہے، لیکن اگر کوئی گروہ، قوت یا حکومت امن کی زبان نہ سمجھے اور مسلسل محاذ آرائی، قتل وقتال اور سازشوں و ریشہ دوانیوں پر آمادہ رہے تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا کہ ان کے خلاف سخت ترین کارروائی کرکے علاقائی امن وسلامتی کو پہنچنے والے خطرات کا فوری سدباب کیا جائے اور جہاد کی راہ اختیار کی جائے ارشاد باری ہے: ''اور کافروں سے قتال کرو حتیٰ کہ فتنہ (فساد) ختم ہوجائے اور (سارا) دین اللہ کے لئے ہوجائے۔'' (البقرہ:۱۹۳)

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ایک طرف اسلامی ریاست کی توسیع واستحکام کے لئے مدینہ منورہ کے قرب وجوار میں بسنے والے مختلف قبائل سے معاہدے کئے، وہیں دوسری جانب علاقے میں وقتاً فوقتاً اٹھنے والی شورشوں اور سازشوں کا بھی فوری سدباب کیا۔ محرم سن ۶ ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس سواروں کو بنی بکر کی ایک شاخ قرطاء کی جانب روانہ فرمایا، پھر ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود صحابہؓ کی ایک جماعت کے ہمراہ عیینہ بن حصن فزاری کے تعاقب میں نکلے، یہ مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ ہنکا کر لے گیا تھا۔ اس کے بعد جمادی الاولیٰ کے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسو صحابہؓ کے ہمراہ بنی لحیان کا پیچھا کیا۔ ان لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کی تعلیم کے لئے صحابہ کو بھیجنے کی درخواست کی تھی مگر بعد میں بدعہدی کرتے ہوئے انہیں شہید کردیا تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ بیرونی دنیا میں اسلام کی تبلیغ بھی نہایت ضروری ہے، کیونکہ جب آس پاس بسنے والے قبائل اور قومیں آغوش اسلام میں آجائیں گی تو اسلامی ریاست کے بیرونی خطرات کم سے کم ہوجائیں گے اور کسی خطرے کی صورت میں دفاع بھی آسان ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت وتبلیغ پر بھی خاص توجہ مرکوز کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے عرب کے اندرونی حصے تہامہ، حجاز اور نجد وغیرہ میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیرونی علاقوں کی جانب توجہ مرکوز کی اور قرب وجوار کے سلاطین اور رؤسا کو دعوت اسلام دی۔ ان کی بااثر حیثیت کی وجہ سے ان کا اسلام قبول کرلینا، ہزاروں لاکھوں افراد کے لئے اسلام قبول کرنے کی ترغیب فراہم کرتا تھا۔ حکمرانوں اور سلاطین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارسال فرمودہ خطوط بھی اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہیں۔ (ہادی اعظم: ۸۶۶–رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی:۲۰۲)

لہٰذا آج ہمیں خصوصیت کے ساتھ وطن عزیز پاکستان کے خارجہ امور کا ازسرنو جائزہ لینا ہوگا اور اسے مکمل طور پر اسلامی

نظامِ حکومت کے مرتب کردہ خطوط پر استوار کرنا ہوگا تا کہ ہم عالمی دنیا میں اپنا صحیح مقام حاصل کرسکیں اور اپنے وجود کو منوا سکیں۔

اسلامی ریاست کا مقصد:......ایک اسلامی ریاست صحیح معنوں میں اسی وقت مستحکم ہوسکتی ہے جب اس مملکت کا مقصد منفی نہ ہو بلکہ مثبت ہو۔ یعنی یہی نہیں کہ معاشرے سے برائیاں ختم کرے بلکہ نیکی کو پھیلانا بھی ہو، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم ملک پر تسلط بخشیں تو یہ لوگ نمازوں کو قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، نیک کاموں کا حکم دیں گے اور بری باتوں سے روکیں گے، اور تمام کاموں کو انجام، اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔(الحج:۴۱)

اور اس آیت سے قبل فرمایا: ''اور اللہ تعالیٰ یقیناً اس کی مدد کرے گا جو اس کے دین کی حمایت کرتا ہے، بے شک اللہ زبردست قوت والا ہے۔''(الحج:۴۰)

یعنی جو لوگ اللہ کے دین کی ترویج اور اس کی اشاعت کا کام کریں گے، اللہ تعالیٰ بھی ان کی نصرت ومدد فرمائیں گے اور ان کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو دور فرما کر ان کی منزل کو قریب اور ان کا سفر آسان فرمادیں گے۔ پھر دوسری آیت میں ان لوگوں کی صفات کا ذکر فرمایا جو اللہ کے دین کی مدد کرتے ہیں۔ اس آیت میں ان کی چار صفات مذکور ہیں:

(۱)......اقامت صلوٰۃ (۲)......نظام زکوٰۃ قائم کرتے ہیں۔(۳)......امر بالمعروف، یعنی نیکیوں کا حکم کرتے ہیں۔(۴)......نہی عن المنکر یعنی برائیوں سے روکتے ہیں۔

درحقیقت کسی بھی اسلامی حکومت کی یہی چار اساسی اور بنیادی ذمہ داریاں ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انسانیت کی فلاح و بہبود ان ہی چار نکات میں مضمر ہے اور ان کے سیاسی، معاشی، معاشرتی اور سماجی حقوق کا تحفظ ان ہی چار باتوں کے ذریعہ ممکن ہے، حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ تمام کام حسن تدبیر اور نظم ونسق کے ساتھ انجام پذیر ہونے لگیں تو دنیا کے تمام مسائل خود بخود ختم ہوجائیں اور یہ جہنم زار دنیا، جنت نظیر بن جائے۔

اعضائے حکومت:......ملکی استحکام کے لئے حکومت کے تین اعضا نہایت ہی اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ ذیل میں ان اعضاء کا الگ الگ جائزہ پیش خدمت ہے:

(۱) مقننہ......مقننہ کی اصطلاح سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ عام مقننہ کی طرح اسلامی مملکت میں بھی کوئی قانون ساز ادارہ ہوگا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی حکومت میں مقننہ کی حیثیت اور اختیارات دوسرے قانون ساز اداروں سے مختلف ہیں۔ اسلامی مملکت میں قانون سازی کا اختیار محدود ہے۔ قرآن مجید میں اس سلسلے میں واضح احکام موجود ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی معاملہ کا فیصلہ کرچکے ہوں ان کو پھر خود کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار باقی رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔(الاحزاب:۳۶)

اسلامی مملکت میں قانونی اقتدار اعلیٰ اس کو حاصل ہے جس کی حاکمیت اور اقتدار کل کائنات پر قائم ہو اور وہ اللہ کی

ذات پاک ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا: ''اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرے۔ یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

یعنی اگرچہ انتظامی مصلحت کے تحت، حکومت وسلطنت کا دنیاوی نظام وانتظام بندوں کے حوالے کر دیا گیا ہے اور پھر ان بندوں میں سے بھی اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار کچھ عرصے کے لئے چند لوگوں کو عطا کر دیا ہے، لیکن عارضی طور پر ان صاحب اختیار بندوں کو یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہئے کہ وہ خدا کے بندے ہیں، ان کا مالک وخالق اللہ ہے۔ چنانچہ حکم بھی اسی کا ہے، عبادت بھی اسی کی کی جائے اور سلطنت میں قوانین بھی اسی کے رائج ہوں گے۔ ارشاد باری ہے: ''آگاہ ہو جاؤ! بس اسی کا حکم ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔'' (انعام:۶۲)

یعنی اگر اس کے احکامات کو زندگی کے تمام معاملات کی بنیاد نہ بنایا تو یاد رکھو وہ ''حاسب'' بھی ہے۔ پھر جب وہ احتساب کرے گا تو تم اس سے بچ نہ سکو گے اور اللہ تعالیٰ کی قانونی حاکمیت سے انحراف کرنے والوں کو سخت ترین الفاظ میں تنبیہ کی گئی، ارشاد باری ہے: ''اور جو کوئی فیصلہ نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا ہے سو وہی لوگ ظالم ہیں۔'' (مائدہ:۴۵)

مزید اسی سورۃ میں فرمایا: ''اور جو کوئی فیصلہ نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا ہے سو وہی لوگ ہیں فاسق، نافرمان۔'' (مائدہ:۴۷)

احکامات الٰہی کی دو قسمیں ہیں: تشریعی اور تکوینی، دونوں اقسام کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ ہی حاکم ہیں۔ دنیا کے سلاطین نہ تشریعی اختیار رکھتے ہیں نہ تکوینی، لہٰذا زمین سے آسمان تک ساری بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔ (سیرت النبی: ۷/ ۱۰۵)

(۲) عاملہ:...... مملکت اسلامیہ کا دوسرا اہم شعبہ عاملہ کہلاتا ہے۔ اسلام میں عاملہ کی حیثیت خلیفہ اور خدا کے نائب کی سی ہے، حاکم اعلیٰ یا مقتدر اعلیٰ کی نہیں، کیونکہ وہ صرف اللہ کی ذات ہے۔ قرآن میں حاکموں کے لئے ''اولی الامر'' اور حدیث میں ''امراء'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کا جو سیاسی نظام قائم ہوا، اسے خلافت راشدہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

مملکت اسلامیہ میں اسلامی حکمران کا اولین فریضہ شریعت کا نفاذ ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو حکمرانی اس کے پاس امانت ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے: ''وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں انہوں نے نیک کام، البتہ پیچھے حاکم کر دے گا ان کو ملک میں، جیسا کہ حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو۔'' (النور:۵۵)

چنانچہ اسی بنا پر قرآن وحدیث میں حکمران کے لئے اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، مگر اطاعت امیر بھی مشروط ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: ''اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں۔'' (النساء:۵۹)

یعنی عام لوگوں کے ساتھ ساتھ امیر پر بھی یہ لازم وضروری ہے کہ وہ احکام باری تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع رہے۔ چنانچہ جس مملکت کا امیر ان اوصاف کا حامل ہوگا وہ ملک مستحکم سے مستحکم تر ہوتا رہے گا اور جب امیر د

حکمران ہی خلاف شریعت چلنے والا اور حکم دینے والا ہو وہ ملک کیسے مستحکم رہ سکتا ہے۔ اسی بنا پر اللہ رب العزت نے بھی ایسے امیر کی اطاعت مسلمانوں پر لازم نہیں کی۔

فرمایا: ”اور نہ اطاعت کر اس کی جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے اور جس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور اس کا کام ہے حد سے تجاوز کر جانا۔“ (الکہف: ۲۸)

پاکستان اسی وقت مستحکم و پائیدار ہو سکتا ہے کہ جب مملکت پاکستان کے حکمران کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق قیادت کریں، چاہے وہ حکمران کوئی بھی ہو۔ اگر ایسا کوئی بھی حکمران نصیب ہو جائے تو پھر اس کی اطاعت بھی سب پر لازم ہو جاتی ہے، کیونکہ اطاعت امیر کی شرائط مفصلاً احادیث میں مذکور ہیں۔ ایک روایت میں مذکور ہے: ”اگر تم پر نکٹا غلام بھی امیر بنا دیا جائے جو کتاب اللہ کے مطابق تمہاری قیادت کرے تو اس کی سنو اور اطاعت کرو۔“ (مسلم شریف)

(۳) عدلیہ:...... اسلامی حکومت کے دو شعبوں یعنی مقننہ اور عاملہ کے بعد تیسرا اہم شعبہ عدلیہ ہے۔

پاکستان چونکہ ایک اسلامی مملکت ہے اور اسلامی مملکت میں چونکہ اقتدار اعلیٰ کا تصور بنیادی حیثیت رکھتا ہے، لہٰذا اس تصور کی روشنی میں عدلیہ کے وظائف کا مسئلہ بھی نہایت آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔ یعنی عدلیہ کے ارکان کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن و سنت کے مطابق مقدمات کے فیصلے کریں۔ اگر ہم مملکت پاکستان کو مستحکم دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر اس کے لئے یہ از حد ضروری ہے کہ پاکستان میں عدلیہ کا نظام بھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم آہنگ ہو اور اس سے رتی بھر بھی تغافل نہ کیا جائے اور تمام رعایا کو چاہے وہ کوئی بھی ہو اس کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کیا جائے۔ اس کے برخلاف اگر ہم اپنے نظام عدلیہ کو چلائیں گے تو اس سلسلے میں پھر ہمیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو خوب غور سے پڑھنا اور سننا و سمجھنا چاہئے کہ ایسے لوگوں کے لئے کتنی سخت وعید ہے۔ ارشاد باری ہے: ”اور جو کوئی اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطاق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ کافر ہیں۔“ (مائدہ: ۴۴)

”عدل“ عربی زبان کا لفظ ہے۔ علامہ راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں کہ ”کسی بوجھ کو دو برابر حصوں میں اس طرح تقسیم کر دیا جائے کہ ان دونوں میں سے کسی میں بھی کمی بیشی نہ ہو، اسے عدل کہا جاتا ہے“۔ (المفردات: ۳۲۴)

اس اعتبار سے عدل یہ ہے کہ ہم جو کام بھی کریں اور جو بات بھی کہیں اس میں میزان صداقت، کسی جانب بھی جھکنے نہ پائے، بلکہ صرف وہی بات کہی جائے اور فقط وہی کام کیا جائے جو انصاف کی کسوٹی پر ہر طرح سے پورا اترے اور قانون کے سامنے تمام افراد بلالحاظ مرتبہ، عہدہ، طبقہ، گروہ، نسل، ذات، مسلک و مذہب برابر ہوں۔ عدل کی اہمیت ہی کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ انصاف سے کرو۔“ (النساء: ۵۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن یہود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل و انصاف کے معترف تھے اور اپنے معاملات اور مقدمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں پیش کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلے کرواتے تھے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل وانصاف کی بین اور سب سے بڑی دلیل ہے اور تاریخ انسانی اس کی مثال تو کجا، نظیر تک پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حکمران طبقہ ہمیشہ سے خود کو تمام اصول وقوانین سے مبرا اور ماورا تصور کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تصور کی بھی نفی فرمادی اور ایک موقع پر فرمایا:

''اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹتا۔'' (بخاری) حضرت شرقؓ نامی ایک صحابی رسول نے ایک دیہاتی سے اونٹ خریدا، مگر بروقت اس کی قیمت ادا نہ کرسکے۔ وہ انہیں پکڑ کر دربار رسالت میں لے آیا اور واقعہ ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی ہونے کے لحاظ سے حضرت شرقؓ کے ساتھ کوئی ترجیحی سلوک نہیں فرمایا بلکہ حق دار کا حق ادا کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے رقم نہ ہونے کا عذر پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتی سے کہا کہ انہیں بازار لے جاکر فروخت کردو۔ وہ انہیں بازار لے گیا اور وہاں ایک اور صحابی نے انہیں خرید کر آزاد کردیا۔ (دار قطنی، جلد۲)

آج اگر وطن عزیز پاکستان میں استحکام پیدا کرنا ہے تو اسلام کے تعلیم فرمودہ ان رہنما اصولوں کی روشنی میں کام کرنا ہوگا اور ایسا نظام عدل وانصاف قائم کرنا ہوگا جو فوری اور سستے انصاف کی ضمانت ہر شہری کو دے سکے۔ اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعین کردہ خطوط پر اپنا نظام عدل استوار کرکے ہی ہم استحکام کی منزل کے قریب تر ہوسکتے ہیں۔

الحاصل:......اس مذکورہ بالا تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی حکومت کے تمام شعبے چاہے وہ شعبہ مقننہ، ہو عاملہ ہو یا رلیہ، شریعت اسلامی کے محتاج ہیں اور شریعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہی ہے۔ لہٰذا ان شعبوں کو شریعت اور بی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے مکمل کیا جائے گا اور ان ہی اصولوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین، نیز بعد کے کچھ ادوار تک عمل ہوتا رہا اور اس دور کے مسلمانوں کی بے مثال سیاسی، معاشی اور معاشرتی کامیابی اور شاندار سائنسی اور صنعتی ترقی سب کے سامنے ہے اور جب خود مسلمانوں نے اپنے ہی نظام حکومت سے روگردانی کی تو ان کا داخلی وخارجی استحکام خطرے میں پڑ گیا اور ان کی ریاست سکڑتی چلی گئی اور جوں جوں اسلامی تعلیمات اور سیرت طیبہ سے بعد بڑھتا گیا، تنزلی، انحطاط میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آج صورتحال یہ ہے کہ صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ تمام اسلامی ممالک ان گنت مسائل اور بے شمار مشکلات کا شکار ہیں اور پوری دنیا میں اکثریت میں ہونے کے باوجود غیروں کے محتاج اور ان کی سازشوں کے آگے بے بس ہیں، اس کا واحد سبب سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوۂ حسنہ سے روگردانی ہے۔

آج ہمیں غور کرنا ہوگا کہ ہمارے امور سلطنت کس حد تک اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہیں اور جس قدر کمی بیشی اور کوتاہی ہم میں پائی جاتی ہے اسے جلد از جلد دور کرنا ہوگا تاکہ ہم بطور ایک اسلامی اور نظریاتی ریاست کے دنیائے عالم کے سامنے ایک بہترین اور بے مثال نمونہ عمل پیش کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو آمین۔

☆......☆......☆